

غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ”جو شخص زاد و راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے، تو اس کا اس حالت پر مرنا اور یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے۔“ پھر اسی مضمون کی ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت عمر کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ”جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے، میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں؟ ان ساری چیزوں کو نقل کرنے کے بعد میں نے وہ فقرے لکھے ہیں جو آپ نے مولانا کے مپفلٹ سے نقل فرمائے ہیں۔ اب فرمائیے کہ اس عبارت پر خارجیت اور اعتزال کا جو فتوے مولانا صاحب نے جڑ دیا ہے اس کی زد کہاں کہاں جا کر پڑتی ہے؟ کیا میں مولانا کو خدا سے اتنا بے خوف فرض کروں کہ یہ سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی وہ اس مفتیانہ تیر اندازی کی جسارت کر گزرتے؟

اسی طرح نماز اور زکوٰۃ سے متعلق میری جو عبارتیں آپ نے مولانا کے مپفلٹ سے نقل فرمائی ہیں ان کے آگے اور پیچھے میں نے حضرت ابوبکر صدیق کے اس مشہور کارنامے کو بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا۔ اور اس کے ساتھ بکثرت آیات بھی نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَأَخِذُوا نَكَهَ فِي الدِّينِ۔ کیا اس سیاق و سباق پر نظر ڈالنے کے بعد بھی خارجیت اور اعتزال کے اس فتوے کو آپ ممکن سمجھ سکتے ہیں جو مولانا کے قلم سے میری ان عبارتوں پر لکھا ہے؟

منکرین حدیث کا ایک اعتراض

سوال۔ منکرین حدیث مسلم شریف کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد ماریہ قبطیہ سے زنا کرنے کا الزام ایک شخص پر لگایا گیا۔ آپ نے حضرت علی

ؑ لڑکوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے، اور جس نے کفر کیا، تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔“

پھر اگر وہ توہم کر لیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔“

کو حکم دیا کہ لازم کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جب حضرت علی تلوار لیکر اُس شخص کو قتل کرنے گئے تو وہ غسل کر رہا تھا۔ حضرت علی نے دیکھا کہ وہ محنت تھا۔ آپ واپس چلے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اقدبنا؟ اس حدیث سے حسب ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:-

(۱) آنحضرت نے محض الزام کی بنا پر، مقدمہ کی کارروائی کئے بغیر اور لازم کی صفائی سنے بغیر، اُس کے قتل کا حکم کیسے دیدیا؟ حالانکہ یہ اسلام کی مجبوری اسپرٹ اور اُن احادیث کے خلاف ہے جن میں اسلام کا عدالتی نظام بیان ہوا ہے۔

(۲) زنا کی سزا دے میں یا رجم (اگرچہ منکرین حدیث رجم کے قائل نہیں)، پھر قتل کی سزا دے مقدمہ میں کیوں دی گئی؟

(۳) حضرت علی نے لازم کو برہنہ کیوں دیکھا؟ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو برہنہ دیکھنے سے کئی احادیث میں منع فرمایا ہے۔

(۴) حافظ ابن حجر، ابن جوزی، ملا علی قادی اور دوسرے ناقدین حدیث نے جرح و تعدیل کے جو اصول بیان کئے ہیں، اس کسوٹی پر اس حدیث کا کیا مقام ہے؟ اگر متقدمین اپنی پوری احتیاط کے باوجود یہ ثقافتائے بشریت، اس معاملہ میں اس جگہ ٹھوک گئے ہیں تو کیا متاخرین کو حق نہیں کہ وہ باوجود اہلیت کے، اب اس نقص کو پورا کریں؟

(۵) اس حدیث کے متن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی راوی مقدمہ کی کارروائی بیان کر رہا ہے اور غالباً بعض تفصیلات کے متعلق اس کو ذہول ہو گیا ہے کہ وہ پوری کارروائی اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکا۔

جواب:- یہ منکرین حدیث و دراصل جبل مرکب میں مبتلا ہیں۔ جس چیز کو نہیں جانتے اُسے جاننے والوں سے پوچھنے اور سمجھنے کے بجائے عالم بن کر فیصلے صادر کرتے ہیں اور پھر انہیں شائع کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ انکی گمراہ کن تحریریں اکثر ہماری نگاہ سے گزرتی رہتی ہیں، اور ان کا کوئی اعتراض ایسا نہیں ہے جس کو وفاق سے رد نہ کیا جاسکتا ہو۔ لیکن جس وجہ سے مجبوراً خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے وہ دراصل یہ ہے

کہ یہ لوگ اپنی بحث میں بالعموم بازاری غنڈوں کا سا طرز اختیار کرتے ہیں۔ ان کے معنائیں پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک غلاظت بھری جھاڑو ماتہ میں لئے کھڑا ہو اور زبان کھولنے کے ساتھ ہی مخاطب کے منہ پر اس جھاڑو کا ایک ماتہ رسید کر دے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے منہ لگنا کسی شریف آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، اور نہ اس قماش کے لوگ اس لائق سمجھے جاسکتے ہیں کہ ان سے کوئی علمی بحث کی جائے۔

بہر حال ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ جن شریف آدمیوں کے دل میں ان فتنہ پر وازوں کی تحریروں سے کوئی شبہ پیدا ہو جائے ان کے شبہات رفع کرنے کی کوشش کریں، اگرچہ یہ بات ہماری توقعات کے خلاف ضرور ہے کہ شریف اور معقول لوگ ان کے بیہودہ طرز کلام کو دیکھنے کے باوجود انکی باتوں کو وزن دینے لگیں۔

جس واقعہ کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے اس کی اصلیت یہ ہے کہ حضرت مازیہ قطیبہ کے بارے میں مدینہ کے منافقین نے یہ افواہ اڑادی تھی کہ اپنے چچا زاد بھائی سے ان کا ناجائز تعلق ہے۔ رفتہ رفتہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک بھی پہنچی۔ آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ "اذھب فان وجدته عند ماسرۃ فاضربہ عنقہ" "جاؤ اگر تم اس کو ماریہ کے پاس پاؤ تو اس کی گردن مار دو" بعید نہیں کہ کہنے والے نے حضور سے یہ کہا ہو کہ وہ وہاں اس وقت موجود ہے، آپ کسی کو بھیجکر دیکھ لیں، اور اس پر حضور نے فرمایا ہو کہ لگہ وہ وہاں کسی نامناسب حالت میں پایا جائے تو جان سے مار دو۔ اس حکم کے مطابق حضرت علی جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک حوض میں نہا رہا۔ آپ نے جاتے ہی اسے ڈانٹا اور ماتہ پکڑ کر اسے حوض میں سے کھینچ لیا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص پانی سے بھرے ہوئے حوض میں اترتا ہو اس کے بارے میں باہر سے دیکھنے والے کو بیک نظریہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ ننگا ہے یا ستر ڈھانگے ہوئے ہے۔ جب حضرت علی نے اس کو باہر کھینچا تو دیکھا کہ ایک انکی نظروں کے ستر پر پڑی اور معلوم ہوا کہ وہ تو مقطوع الذکر ہے۔ آپ نے اسی وقت اسے چھوڑ دیا اور اگر حضور کو حقیقت حال بتا دی۔

اب فرمائیے کہ اس واقعہ پر کیا اعتراض ہے اور کس پہلو سے ہے؟ یہ بات بھی میں عرض کر دوں کہ منہ کے لحاظ سے یہ روایت ضعیف نہیں ہے۔

بعض محدثین نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس شخص کے غنٹ ہونے کا سبب حضور کو معلوم تھا اور آپ نے حضرت علی کو قتل کا حکم دیکر صرف اس لئے بھیجا تھا کہ جب حضرت علی یہ حکم اسے سنائیں گے تو وہ اپنا راز خود کھول دیگا اور اس طرح سب